AL-‘ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(January-June2023), 4:1(91-114)

آزادی اظہار رائے اور تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ: کتاب الشفاء کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

1. **ڈاکٹر اُمِ لیلیٰ**، لیکچرار، گورنمنٹ صادق کالج وومن یونی ورسٹی، بہاولپور
2. **ڈاکٹر محمد یاسر مدنی**، لیکچرار، شعبہ قرآنک اسٹڈیز، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاولپور

Freedom of Expression and Protection of the Honor of Prophet (peace be upon him): A Review in the light of *Kitāb ‘l Shifā*

1. **Umm-E-Laila (PhD),** Lecturer, Dept. of Islamic Studies, The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur
2. **Muhammad Yasir Madni (PhD),** Lecturer, Dept. of Qur’ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

Keywords:
Kitab-al-Shifa, Qazi Ayaz, Freedom of Expression, Blasphemy, Apostates.

Abstract: Post 9/11 era has become a criterion for the interrelationship of the west and the Muslim world. In this perspective the terms like Islam phobia, war of ideas, clash of civilizations, fundamentalism and Islamic fascism are commonly used in the press and social media. Freedom of expression is a basic human right in Islam. Reason is of great importance and dissent is regarded as a mercy. Islam provides certain moral codes and limits for freedom of expression to avoid undesirable social practices that distinguish it from the Western concept of freedom of expression. The Qur'an admonishes not to dishonor or give bad names to the Gods and role models of other religions so that they in turn do not dishonor or give bad names to your God and role models. In Kitab al-Shifa, Qazi Ayaz has described the rules regarding the humiliation of the very person of the Prophet (peace be on him) from the Shari'ah on the said heinous act of blasphemy. An analytical study of the contemporary Western concept of freedom of opinion will be presented.

Umm-e-Laila & M. Yasir (2023), Freedom of Expression and Protection of the Honor of Prophet Muhammad Al-‘Ulūm Journal of Islamic Studies, 4(1)

[1]. Corresponding author Email: ummelaila@gscwu.edu.pk

تعارف

انبیاء و رُسل کو انسانوں میں سب سے برگزیدہ و پاکیزہ مانا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے عقیدے مطابق کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رُسل ہیں جن کے پیروکار کروڑوں کی تعداد میں ہیں، جو اپنے انبیاء کا احترام کرتے ہیں مکاور اُن کی حُرمت پر جان دینے کو تیار رہتے ہیں۔ چونکہ یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے کہ وہ جس مذہب کی چاہے پیروی کرے جس کے نتیجے میں اس کے مذہب، مقدس کُتب و رسومات اور مذہبی شخصیات کا احترام ہر شخص پر لازم ہے۔ آزادی اظہار کی آڑ میں کسی مذہبی شخصیت کی ہرزہ سرائی کرنا قابلِ مذمت ہے؛ خواہ وہ کسی بھی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ تاہم اسلام اور پیغمبر اسلام کے معاملے میں یہ احتیاط آزادیٔ اظہار رائے پر زد متصور ہوتی ہے۔ حالیہ واقعات میں سلمان رُشدی پر مسلم نوجوان کی طرف سے قاتلانہ حملہ اس بات کا ثبوت ہے کہ توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے دراصل لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث بنتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات کی روک تھام کے لیے ان اسباب و وجوہات اور محرکات کی روک تھام نہایت ضروری ہے تاکہ Coexistence کو پرامن طریقے سے عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

اہل مغرب کی جانب سے اسلام پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اظہار رائے کی آزادی کے خلاف ہے مگر حقیقت میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے رائے کے اظہار کی آزادی کا فلسفہ دیا۔ اس سے قبل لوگ غلام تھے، بتوں کے سامنے جھکتے تھے اور ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ جو کوئی ان کے بارے میں لب کھولتا تو معاشرہ اس کا دشمن بن جاتا تھا۔ اسلام سے قبل روم و فارس میں لوگ حکمرانوں کے غلام تھے ان کے خلاف ایک لفظ کہنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ یونان کا کلیسائے مقدس خدائی کا دعویدار تھا جس سے اختلاف رائے کا مطلب موت تھی۔ ان سب کے برعکس اسلام نے آزادیٔ اظہار رائے کا تصور دیا۔ آزادیٔ رائے کے انسانی حق کے متعلق Gail Bossenga لکھتا ہے:

> *Linguistic right of freedom of expression has been considered a fundamental human right. It has its origin in ancient Greek history. For the first time in the history of the world the British Parliament passed a Bill of Rights in 1689 declaring freedom of speech for the members of the Parliament. It reappeared during*

1789 French Revolution which guaranteed freedom of speech as an inalienable right for every human being."[1]

"اظہار رائے کی آزادی کا حق بنیادی لسانی حق سمجھا جاتا رہا ہے جو قدیم یونانی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں پہلی بار یونانی پارلیمنٹ انسانی حقوق کا بل 1689 میں پاس کیا جس میں پارلیمنٹ کے اراکین کے لیے اظہار رائے کی آزادی کا اعلان کیا گیا۔ 1789 میں فرانس میں انقلاب میں یہ ظاہر ہوا جس میں ہر انسان کے ناقابل تردید حق کے طور پر اظہار رائے کی آزادی کی ضمانت دی گئی"۔

مقالہ ہٰذا میں توہین مذہب و مذہبی شخصیات کے حوالے سے قانون سازی مغرب میں ہوئی اور جو تصور مسلمانوں کے ہاں پایا جاتا ہے اس کا تعارف، شرعی حیثیت اور اس کے متعلقہ مباحث کو بیان کیا جائے گا۔ آزادی اظہارِ رائے کی آڑ میں توہینِ رسالت کی تاریخ اور اس کے نتیجے میں اسلام کے مغرب سے تصادم کا جائزہ اسلامی نکتہ سے نظر کتاب الشفاء سے پیش کیا جائے گا۔

کتاب الشفاء اور مصنف کا تعارف

افریقی سیرت نگاروں میں سب سے نمایاں نام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا ہے۔ آپ کی کتاب **الشفاء بتعریف حقوق مصطفی** ﷺ سیرت میں ایک نمایاں مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ عوام وخواص میں مقبول ترین کتاب کا بھی درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب کو کتاب الشفاء (یعنی دلوں کو زندہ کرنے والی اور بیمار دلوں کو شفاء دینے والی کتاب) بھی کہا جاتا ہے۔ اس رفیع الشان کتاب میں ایک طرف تو محبت و تعظیم رسول ﷺ کا درس ملتا ہے تو دوسری طرف آپ ﷺ کے حقوق اور ان کی ادائیگی پر انعامات کا ذکر ملتا ہے۔ قاضی عیاض بن موسیٰ علیہ الرحمۃ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ آپ کے اجداد اندلس کے رہنے والے تھے جو ہجرت کرکے فارس آگئے۔ دراصل آپ یمن کے باشندے تھے۔ آپ کی تاریخ پیدائش سن ۴۹۶ھ یا ۴۷۶ھ ۲۳ بمطابق ۱۰۸۳ء ہے۔ ۲۴ آپ نے اپنے علاقے کے علماء ومشائخ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے بارے میں مقتدر شخصیات نے خراج وتحسین جس انداز میں کیا وہ آپ کی شخصیت اور علم وفضل کے تفوق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قاضی صاحب کثیر التصانیف شخصیت تھے۔

1- Gail, Bossenga "Policing Public Opinion in the French Revolution: The Culture of Calumny and the Problem of free Speech(review), Journal of Interdisciplinary History, Vol.41, No.1(2010), 136-137.

آپ کی بعض تصانیف یادگار زمانہ میں شامل ہیں جن میں سے بعض کتب کو شہرت دوام اور قبولیت عامہ ملی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب الشفاء ہے۔ کتاب الشفاء کا انداز تحریر سادہ اور سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ فصیح و بلیغ بھی ہے۔ کتاب نہ اتنی طویل ہے کہ اس کی طوالت قاری کے لیے کبیدگی خاطر کی وجہ بنے اور نہ اتنی مختصر ہے کہ اختصار کی وجہ سے معانی و مفاہیم تک رسائی ممکن نہ ہو سکے۔ عوام الناس نے اس کتاب کو حرز جاں بنایا اور زیر مطالعہ رکھا اور سیرت نگاروں نے "کتاب الشفاء" کو بطور ایک قابل اعتماد اور مستند ماخذ کے طور پر اپنایا ہے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اس کی مقبولیت یوں ہے کہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کو ان کے بھتیجے نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ قاضی عیاض نے بھتیجے کی وحشت اور توہم کو دیکھا تو فرمایا:

> "اے برادر زادہ، من کتاب الشفاء را محکم گیر و بآں تمسک کن گویا اشارہ کر بان کہ این مرتبۂ از کرامت این کتاب حاصل شدہ[2] اے میرے بھتیجے! کتاب الشفاء کو مضبوط پکڑے رہو اور اسے اپنے لیے حجت بناؤ۔ گویا اس کلام سے آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کی بدولت ملا ہے۔"

کتاب الشفاء کی مقبولیت زبان زد عام رہی اور سلف صالحین نے اس کے پڑھنے کو دل کی بیماریوں سے شفاء قرار دیا اور اسے اسم بامسمی قرار دیا۔ اس کتاب کا عربی نسخہ ایک جلد اور دو اجزاء پر مشتمل ہے اور اس کے بہت سے تراجم اور شروحات لکھی گئیں۔ دور تصنیف سے اب تک اس کتاب کی مقبولیت میں کبھی کمی نہیں آئی۔[3]

آزادی اظہار رائے کا مفہوم

آزادیٔ اظہار رائے کے مفہوم میں بول چال، گفتگو، تحریر و تقریر اور فکر و عمل کی آزادی شامل ہے۔ عربی میں اس کے لیے "**حریۃ**" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قاموس المحیط میں ہے: "**الحر خلاف العبد و تحریر الرقبة**

2- سید غلام معین الدین نعیمی (م ۱۹۷۱ء)، **نعم العطاء فی أحادیث المجتبیٰ** (لاہور: مکتبہ اعلی حضرت، ۱۴۲۴ھ)، ۱۰۔

3- Nawaz, M., & Fazal Haq, M. (2020). الشفاء بتعریف حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کا تعارفی و تجزیاتی مطالعہ: An Analytical Study of the “Al-Shifā Ba Ta‘rīf-e-Ḥuqūq-e-Muṣṭafā”. *Al-Amīr Research Journal for Islamic Studies*, *1*(02), 64–76. Retrieved from https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/17.

ای اعتاقها"[4]" آزادی غلامی کا بر عکس ہے۔ گردن کی آزادی یعنی اسے چھڑا دینا"۔ یہی لفظ دیگر عربی لغات میں بھی اسی وسیع مفہوم میں مستعمل ہے۔معجم متن اللغة میں حریت کے معنی اس طرح بیان ہوئے ہیں:

"حر حرار اعتق، والعبد صار حرا، و حربة من حربة الأصل و حرر العبد أعتقه، محرر أفرده لطاعة الله وخدمة المسجد"5

(حر آزادی دینا، آزاد کرنا، غلام آزاد ہو گیا۔ حریت اصل میں آزادی کے معنی میں ہے۔ بندے کو کام کی آزادی اور محرر وہ ہے جس کو مسجد اور اللہ تعالی کی خدمت اور اطاعت کے لیے آزاد کیا جائے۔)

یہ بات واضح ہے کہ آزادی کا مفہوم بہت وسیع ہے جس کی مختلف نوعیتیں ہیں جیسا کہ سیاسی آزادیء اقتصادی آزادی، تنظیم اور اجتماع کی آزادی، تجارت کی آزادی۔ لیکن یہاں رائے کی آزادی مراد لی جائے گی۔ جیسا کہ عربی موسوعة السياسة میں حریۃ کا مفہوم مذکور ہے:

"حرية الموطن فى التعبير عن رائيه فى الأمور العامة كافة دون التعرض لأى عقاب-"[۶]

(اس سے مراد تمام طرح کے عوامی معاملات میں شہری کو اپنی رائے کی تعبیر میں آزادی دینا نہ کہ اس پر باز پرس کرنا یعنی سزا دینا۔)

حریۃ کا مفہوم دوسرے الفاظ میں اس طرح بیان ہوا:

"وتتخذ حرية التعبير قوالب وإطارات عديدة مختلفة، فمن حرية القول، إلى حرية الكتابة إلى حرية الأدبية والفنية، وبذالک تتضمن: حرية الصحافة ووسائل الإعلام وحرية الخطابة-"[۷]

4- احمد الزوادی، ترتیب القاموس المحیط الطریقة المصباح المنیر و أساس البلاغة (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۷۹ء)، ۶۱۵۔

5- احمد رضا (م ۱۳۷۱ھ)، معجم متن اللغة (بیروت: دار المکتبۃ الحیاۃ، ۱۳۸۰ھ)، ۲:۵۹۔

6- موسوعة السياسة (بیروت: طبعۃ الموسسۃ العربیۃ، للدراسات والنشر، ۱۹۸۴ء)، ۲:۲۳۲۔

7- نفس مصدر، ۲:۲۴۷۔

(تعبیر خیال اور منظر کشی کے اختلاف کی آزادی اس سے مراد قول کی آزادیء تحریر کی آزادی ادبی نگارشات کی آزادی آرٹ اور فن کی آزادی ہے اور اسی میں صحافت اور میڈیا کی آزادی اور خطابت کی آزادی بھی شامل ہے۔)

اظہار رائے دو الفاظ اظہار اور رائے کا مجموعہ ہے۔ اظہار کا مطلب ہے ظاہر کرنا، واضح کرنا، مبرہن کرنا جبکہ رائے کا مطلب سوچ، فکر، خیال اور رائے یعنی خیالات مافی الضمیر کو سامنے لانا اور ظاہر کرنا ہے۔ بالفاظ دیگر کھل کر اپنا نقطہ نظر بیان کرنا، سوال اٹھانا اور اختلافی و تنقیدی نقطہ نظر کو ظاہر کرنا ہے۔ جیسا کہ **محیط فی اللغۃ** میں ہے:

"اظهر واعتلن مثل اشتهر و عالنته، اظهر كل منا للآخر ما فى نفسه- والراى: راى القلب والجميع الآراء- ويقولون: لا افعل كذا حتى يرينى حين برايه اى حتى ارى الطريق الواضح- وما رايت اراى منه، اى اجود راياَ-"[8]

(اظہار اور اعلان اشتہار کے معنی میں ہے۔ یعنی باہم ظاہر کرنا۔ کہا جاتا ہے: ہم نے آپس میں اظہار مافی الضمیر کیا۔ اسی طرح رائے کی جمع آراء ہیں۔ کہتے ہیں: میں یہ کام نہیں کروں گا جب تک مجھے واضح رائے یعنی راستہ نہ دکھائی دے۔ اور یوں ہی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ صحیح رائے والا نہیں دیکھا۔)

آزادی اظہار رائے کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرد جو سوچ، فکر یا خیالات رکھتا ہے اس کا اظہار بلا خوف کر سکتا ہے اور اس کی دعوت دوسروں کو دے سکتا ہے۔ یعنی وہ اپنے افکار و خیالات رکھنے میں آزاد ہے۔ اس پر کوئی فرد یا ریاست قدغن نہیں لگا سکتا۔ لیکن اس آزادی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کے ذریعے کسی دوسرے کی تذلیل یا کردار کشی ہو یا کسی پر تہمت لگائے جس سے اس کی عزت نفس مجروح ہو۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ آزادی اظہار رائے کے مفہوم کو مغربی اور اسلامی تناظر سے دیکھا جائے۔

مغربی تناظر سے آزادی اظہار رائے کا مفہوم

مغرب کے اظہار رائے کے مفہوم کو **نیو ورلڈ انسائیکلوپیڈیا** میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

(آزادی گفتگو بغیر حدود و قیود اور احتساب سے بولنے کی قابلیت کا نام ہے۔ اسے آزادی اظہار بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد صرف زبانی گفتگو نہیں ہے بلکہ گفتگو یا خیالات کے اظہار کا کوئی بھی ذریعہ بشمول طباعت، نشریات، فن، تشہیر، فلم اور انٹرنیٹ وغیرہ شامل ہیں۔)[9]

8- اسماعیل بن عباد بن العباس الطاقانی، المحیط فی اللغۃ (بیروت: عالم الکتب، ۱۹۹۴ء)، ۱:۹۹۔

مغربی تصور آزادی اظہار رائے میں خیالات اور افکار و نظریات کا کسی بھی ذریعے سے بیان کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالی اور اس کے رسولوں اور الہامی تعلیمات کی تعظیم پر آسمانی مذاہب کا اتفاق ہے اور ان کی توہین کرنے والوں کے لیے اس میں سخت سزا کا حکم ہے۔ لیکن جدید دور میں ملحدین کا یہ طریقہ ہے کہ صاف انکار بھی نہیں کرتے اور صریح اقرار بھی نہیں کرتے بلکہ اپنے مقاصد کے مطابق آزادی کے فلسفہ کو بیان کرتے ہیں۔

مغربی دنیا کا یہ المیہ ہے کہ ایک طرف ان کے ہاں آزادی اظہار رائے کی حد بندی پر یقین کا تصور بھی ملتا ہے اور دوسری طرف اپنے مذہب اور مقاصد کے علاوہ دیگر مذاہب و نظریات کے متعلق بے قید آزادی کو بھی جائز سمجھا جاتا ہے۔ مغربی دنیا کے انسانی حقوق کے دساتیر اور کوڈوں میں آزادی اظہار رائے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ یہ خوبی ان ممالک کی ترقی کا راز گردانی جاتی ہے اس لیے آزادی اظہار رائے کی حدود کا تعین بھی مذکور ہوتا ہے لیکن ایک عرصے سے یہ بات مشاہدہ میں آرہی ہے کہ مغربی اقوام کے دساتیر اور دعوؤں کے برعکس یہ اقوام بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں مصروف ہیں۔ نہ صرف یہ کہ آزادی اظہار رائے کی آڑ میں توہین مذہب اور توہین رسالت کو فروغ دیا جارہا ہے بلکہ ہر ایسے توہین کے مرتکب ملحد اور دہریوں کو مغربی ممالک میں ہر قسم کا قانونی و مالی تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ ان افراد کے خلاف مسلمانوں کی کسی بھی قسم کی کارروائی کو شدت پسندی اور عدم برداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے نزدیک مذہب یا مذہبی شخصیت کی توہین سے پرہیز کا اطلاق محض عیسائیت یا ان اقوام کے مذاہب پر ہوتا ہے اور اسلام کے خلاف یا پیغمبر اسلام کے خلاف کسی بھی قسم کی تحریری یا تقریری کاروائی پر کوئی گرفت نہیں کی جاسکتی۔

عالمی دستور برائے انسانی حقوق کی رو سے تمام انسان آزاد ہیں اور عزت، تحفظ مذہب، نسل، جنس، قوم اور آزادی اظہار رائے کے اعتبار سے برابر حق رکھتے ہیں لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا بلکہ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ پر آزادی اظہار رائے کے نام پر مسلمانوں کے خلاف بہت بے رحمی اور بے دردی سے تعصب اور منافرت کو پھیلایا جارہا ہے۔ ایسے واقعات جو مسلمانوں کے خلاف ہوں تو ان کے رونما ہونے سے قبل ہی ان کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور دنیا بھر کی این جی اوز اس پر اودھم مچاتی نظر آتی ہیں۔ لیکن جب حادثہ یا واقعہ مسلمانوں کے حق میں ہو تو معاملے کو ہلکا بنا کر آزادی اظہار رائے کی نظر کر دیا جاتا ہے۔

9- *htps://www.new world encyclopedia.org/entry. freedom of speech, accessed on August 29, 2019.*

عالمی منشور کے مطابق کسی کی دل آزاری یا جذبات کو مجروح کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں سے ہے۔ لیکن "اسلاموفوبیا" کی اصطلاح کے کھلے عام استعمال سے مسلمانوں کی کھلے عام تذلیل کی جاتی ہے اور اس پر کوئی قانونی گرفت نہیں ہے۔ مغرب میں اس دور میں "**فریڈم آف سپیچ اینڈ ایکسپریشن**" کا معنی یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ زورآور ممالک اور ان کے ہمنوا دوسروں کی تذلیل کرنے اور ان کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے میں آزاد ہیں اور کمزور ممالک اس پر خاموشی اختیار کریں۔

اقوام متحدہ کا چارٹر اور آزادی اظہار رائے

مغرب میں جب سے مذہب اور معاشرت و سیاست کی جداگانہ تقسیم عمل میں لائی گئی ہے تو ان کے نزدیک یہ تصور زور پکڑ چکا ہے کہ دنیا بھر میں مذہب اور مذہبی اقدار کو انسانی سماج سے عملاً لاتعلق کرنے کے لیے مذہب اور مذہبی شخصیات کے خلاف نفرت اور بیزاری پیدا کی جائے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر میں آزادی اظہار رائے سے متعلق بھی شقیں شامل ہیں۔ اظہار رائے کی آزادی کو Freedom of Speech & Expression سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کا سادہ مفہوم بولنے کی آزادی ہے۔ عمل اور تحریر کی آزادی بھی اسی کے مفہوم میں شامل ہے۔ یعنی ہر انسان تحریر و تقریر اور عمل کرنے میں آزاد ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر برائے انسانی حقوق کی شق 18 میں بیان کیا گیا ہے:

> Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom of change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with other and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship or observance.[10]"

> (ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے، پبلک یا نجی طور پر تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر عقیدے کی تبلیغ، عبادت عمل اور مذہبی رسوم پوری کرنے کی آزادی شامل ہے۔)

اقوام متحدہ کے بین الاقوامی چارٹر کی شق 19 کے مطابق:

10- Zeid Ra'ad Al-Hussein, **Universal Declaration of Human Rights** (Geneva: Switzerland: Office of the United Nations High commissioner for Human rights Regional Office for Europe, 38.

Everyone has the right to freedom of opinion and expression; this right includes freedom to hold opinion without interference and to seek, receive and impart information and ideas through any media and regardless of frontiers.[11]

(ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا پورا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے اور جس ذریعے سے چاہے بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کیے علم اور خیالات تلاش کرے، انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔)

اقوام متحدہ کے چارٹر برائے انسانی حقوق کی شق 18 اور 19 میں کہیں اظہار رائے کی آزادی کی حدود بیان نہیں کی گئیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آزادی اظہار رائے کی آڑ میں ہتک عزت کا دروازہ کھولنا مقصود ہے۔ دفعہ 19 یہ بیان کرتی ہے کہ مذہب اور مذہبی شخصیات سے اختلاف اور ان پر تنقید بھی آزادی رائے کا حصہ ہے اور اس پر کسی کو مجرم قرار دے کر موت کی سزا مقرر کرنا آزادی اظہار رائے اور آزادی ضمیر کے انسانی حق کے منافی ہے۔ یہ دو دفعات عالم اسلام اور مغرب کے درمیان تنازعہ کی بنیاد ہیں۔ ان میں سے ایک تنازعہ آزادی مذہب ہے اور دوسرے تنازعے کا عنوان آزادی اظہار رائے ہے۔

مغرب میں توہین کو رائے کے اظہار کی آزادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بات مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آزادی رائے اور توہین دو مختلف چیزیں ہیں۔ مسلمانوں نے علمی اختلاف کا جواب ہمیشہ علمی انداز میں دیا ہے۔ صدیوں سے مستشرقین مختلف طریقوں سے اسلام، قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کی شخصیت و کردار پر اعتراضات کر رہے ہیں اور مسلمان دانش ور ان کا جواب دے رہے ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ یا کسی بھی سچے نبی اور رسول کی توہین کو کبھی مسلمانوں کی طرف سے برداشت نہیں کیا گیا۔

تقسیم ہندوستان سے قبل لاہور میں ایک ہندو پبلشر راج پال نے "رنگیلا رسول" کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس کا نام ہی توہین آمیز تھا۔ اسے برداشت نہیں کیا گیا اور غازی علم دین شہید نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کتاب میں رسول اکرم ﷺ کی ذات پر نہایت رکیک اور غیر مہذب الزامات لگائے گئے تھے۔ اس کتاب کے بازار میں آتے ہی مسلمانوں میں انتہائی اشتعال پیدا ہو گیا اور اس کا جواب لکھنے کے مطالبے سامنے آنے لگے تو مولانا ثناء اللہ

11- Zeid Ra'ad Al-Hussein, **Universal Declaration of Human Rights**, 40.

امر تسری نے "**مقدس رسول ﷺ**" کے نام سے اس کتاب کا نہایت معقول و متین محققانہ اور قاطع جواب لکھا۔ اس کتاب میں موجود جہالتوں اور حماقتوں کا نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔[12] مغربی دانش ور ولیم میور نے جناب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر کتاب لکھی اور اس میں بعض اعتراضات کیے۔[13] ان اعتراضات کا جواب سر سید احمد خان نے "خطبات احمدیہ" کی صورت میں دیا۔[14] ملحد "سلمان رشدی" نے "Verses The Satanic (شیطانی آیات)" کے نام سے خرافات کا مجموعہ مرتب کیا۔[15] جس کی بنیاد علمی یا تاریخی اشکالات کی بجائے توہین اور طنز واستہزاء پر تھی۔ اس لیے آیت اللہ خمینی نے سلمان رشدی کے قتل کا فتویٰ جاری کیا اور اس پر انعام کا اعلان کیا۔[16] ان توضیحات سے واضح ہوتا ہے کہ مغرب میں آزادی اظہار کا جو تصور پایا جاتا ہے اس میں منافقت اور تضاد ہے۔

ایک طرف ان میں عملاً اظہار رائے کی آزادی کی کوئی حد نہیں چنانچہ عیب جوئی تمسخر و مذاق اڑانا وغیرہ وہاں معمول ہے لیکن دوسری طرف آزادی اظہار رائے کے نام پر جو چیزیں وہ خود پسند نہیں کرتے وہ مسلمانوں سے اس کا مطالبہ کرتے ہیں مثلاً ہولوکاسٹ پر بات کرنا، جنگ عظیم میں ہلاک ہونے والے لوگوں پر بات کرنا، امریکہ کے قومی پرچم، قومی پرندے کی قید، عدلیہ اور دیگر دفاعی اداروں پر بات کرنا جرم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کینیڈا کے قانون میں عیسائیت کی توہین و تنقیص جرم ہے۔ جب کہ دوسری طرف مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کی توہین پر رد عمل کو عدم برداشت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آزادی رائے، عمل اور مذہب کا امریکہ، یورپ اور اقوام متحدہ میں جو ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے وہ محض ایک دھوکہ ہے۔

12- ابو الوفاء ثناء اللہ امر تسری (م ۱۹۴۸ء)، **مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول** (انڈیا: یوپی مکتبہ الفہیم، مؤناتھ بھنجن، ۲۰۰۱ء)۔

13- Sir William Muir, **The Life of Mohammad: From Original Source** (London: Smith Elder & Co, Waterloo Place, 1878)

14- سر سید احمد خان (م ۱۸۹۸ء) **خطبات احمدیہ** (نئی دہلی: آدم پبلیشرز، ۲۰۰۱)

15- Bernard Lewis, From Badel to Drogomors, Interpritize the Middle East (Oxford University Press, 2004), 105.

16. Arstin Adib, Moghaddan, The Cultural Genealogy (London: Routledge, 2006), 26.

آزادی اظہار رائے اسلامی تناظر میں

کسی بھی ریاست کی تعمیر و تہذیب میں آزادی اور آزادی اظہار رائے کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آزادی کسی بھی معاشرے اور ریاست کی تعمیر و تہذیب اور ترقی میں س بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ معاشرت و تمدن ہو یا معیشت و سیاست کی تہذیب ہو، یا سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی اور ایجاد ہو، سب اسی آزادی کی بدولت ہی ممکن ہے۔ الغرض قدیم اور جدید دنیا میں آزادی اظہار رائے انسان کے لیے ایک ضروری امر ہے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے نہ صرف فکر و خیال اور تحریر و تقریر کی آزادی دی بلکہ قید و بند کی عملی غلامی سے بھی نجات دلائی ہے۔ اسلام نے بالکل کھلی آزادی دی ہے الا یہ کہ اس سے اسلام کی کوئی بنیادی قدر مجروح ہوتی ہو یا کسی دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہو یا اس سے کسی دوسرے پر ظلم اور استحصال ہو۔ آزادیٔ اظہار کی اہمیت کے پیش نظر دین مبین انسان کو آزادی فراہم کرتا ہے اور حق کے اظہار کا سختی سے حکم دیتا ہے لیکن اظہار رائے میں بے باکی مطلوب نہیں ہے بلکہ اس میں حکمت و دانائی کو ملحوظ رکھتا ہے اور اس کی حدود مقرر کرتا ہے۔

چنانچہ حکمت سے مراد ایسا کلام یا سلوک جس میں اکراہ کا پہلو نہ ہو اور طبع انسانی اسے فورا قبول کر لے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کو معاشرہ کو چلانے کے لیے"وَ شَاوِرۡهُمۡ فِي الۡاَمۡرِ۔"[17] یعنی معاملات میں لوگوں سے مشورہ کرو جیسے سنہری اصول سے واضح کر دیا کہ دین اسلام رائے کے اظہار کی آزادی کا حامی ہے لیکن اعتدال پسند دین ہے، فساد کے خلاف ہے۔ چنانچہ آزادی رائے کے ساتھ یہ فلسفہ پیش کیا کہ انسان رائے دینے میں حیوانوں کی طرح بے مہار نہیں ہے بلکہ اس کی اظہار رائے کی آزادی کچھ حدود کی پابند ہے۔

چنانچہ تنبیہ فرمائی گئی: ﴿مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ﴾[18]، (انسان کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر اس پر نگران مقرر ہوتا ہے ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار۔)

اسی طرح سورۃ الحجرات میں اظہار رائے کی آزادی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:"

17۔ القرآن، ۳:۱۵۹۔

18۔ القرآن، ۵۰:۱۸۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ
مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ
بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾[19]

یعنی انسان کسی کا تمسخر نہیں اڑا سکتا، کسی کی غیبت نہیں کر سکتا، کسی پر بہتان الزام تراشی کا کسی کی ذاتی زندگی میں عیب جوئی نہیں کر سکتا حتیٰ کہ دوسرے کو برے القاب سے بھی نہیں پکار سکتا۔

قرآن مجید کی طرح اسوہ رسول ﷺ اور احادیث نبویہ ﷺ سے بھی آزادی اظہار رائے کے اسلامی تصور کا اندازہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ معاملات میں حکم الٰہی کے مطابق نہ صرف اپنے اصحاب سے مشورہ فرماتے بلکہ دوسروں کی آراء کو اہمیت دیتے اور ہر ایک کو رائے کے اظہار کی پوری آزادی دی جاتی تھی۔ ریاست مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے آزادی اظہار رائے کی اہمیت کے پیش نظر اس امر کو یقینی بنایا۔ اس سلسلے میں حمیدی لکھتے ہیں:

"حریت فکر کی آزادی جس پر رسول ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کی تربیت کی تھی اور جس کی وجہ سے انہوں نے سوسائٹی کو اپنے بہترین دماغ اور اہل الرائے سے استفادہ کیا تھا، مسلمانوں کے مصالح عامہ کو مد نظر رکھا تھا اور تم نے لشکر کی اجتماعی آراء سے سوچا تھا۔ جس کے لیے بعض اوقات ایک صحیح رائے اس فرد سے مل سکتی ہے جو ان میں سے کم شہرت والے اور مرتبے کے لحاظ سے بھی ان سے کمتر ہو لیکن اللہ کے رسول ﷺ کے لیے اس میں کوئی مانع نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اپنی رائے کا بے دھڑک اظہار کر سکتے تھے۔"[20] جیسا کہ حباب بن منذر کے اظہار رائے سے آپ ﷺ نے استفادہ کرتے ہوئے ایک معرکہ میں ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جس میں مسلمانوں کا فائدہ تھا اور یوں اس آزادی رائے کے نتیجے میں تزویراتی (Strategic) تبدیلی عمل میں آئی۔[21]

19۔ القرآن، ۴۹:۱۱۔

20۔ عبد العزیز بن عبد اللہ الحمیدی، التاریخ الاسلامی مواقف وعبر (اسکندریہ: دار الدعوہ، ۱۹۹۷)، ۴:۱۱۰۔

21۔ احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ)، ۳:۴۔

اظہار رائے کے معاملے میں رسول ﷺ کا طرز عمل نہایت حکیمانہ تھا۔ آپ ﷺ مختلف آراء کو بہت مثبت انداز میں سنتے تھے اور بعض اوقات کسی ایک فرد کی رائے کو حتمی قرار دے دیا کرتے تھے۔ اختلاف کی صورت میں نہایت احسن انداز میں اتفاق رائے قائم کرنے کی کوشش فرماتے۔ اظہار رائے کی آزادی سے متعلق حضرت رافع بن خدیجؓ کی بیان کردہ روایت ہے کہ آپ ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے اہل مدینہ کھجور کی پیوند کاری کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا اور ان سے فرمایا کہ اگر ایسا نہ کریں تو بہتر ہے۔ اس پر ان لوگوں نے پیوند کاری کو چھوڑ دی اور پیداوار کم ہو گئی۔

رسول ﷺ سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ ۔"[22]

"بے شک میں تو ایک انسان ہوں (مگر اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں) اگر میں تمہیں دین کے متعلق کوئی حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور اگر اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو میں انسان ہی ہوں تم اپنے دنیاوی معاملات زیادہ بہتر جانتے ہو۔"

آپ ﷺ کا یہ حکم محض عاجزی و انکساری کے اظہار کی بنا پر نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ جنگوں کی منصوبہ بندی اور اس قسم کے دوسرے تمام معاملات میں مشاورت سے کام لیتے تھے اور ہر ایک کو اپنے خیالات کے اظہار کا برابر موقع دیا جاتا تھا۔ غزوہ خندق کے موقع پر حضرت سلمانؓ فارسی کے مشورہ سے خندق کی کھدائی، لشکر اسامہؓ کی روانگی پر حضرت اسامہؓ کے بطور امیر تقرر پر صحابہ کرامؓ کا استعجاب و اضطراب اور کسی دوسرے کو امیر بنانے کی تجویز وغیرہ سب مثالیں عہد نبوی ﷺ میں اظہار رائے کی آزادی پر شاہد ہیں۔

البتہ یہ امر واضح ہے کہ اسلام نے جہاں آزادی فراہم کی وہیں اس کی حد بندی بھی فرما دی اور اس میں بے مہار اظہار رائے پر قدغن لگائی ہے۔ قدیم و جدید فکر کی رو سے انسانی سماج میں مطلق آزادی سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت میں بلکہ شرائع سماویہ میں اس بے قید آزادی کا تصور نہیں ملتا۔ مطلق آزادی سے معاشرتی امن و امان اور اجتماعی سلامتی داؤ پر لگ جاتی ہے اور معاشرہ زوال پذیر ہو جاتا ہے۔

22۔ مسلم بن حجاج القشیری (م ۲۶۱ھ)، **الجامع الصحیح**، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قال (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۹ھ)، ۴:۱۸۳۵، رقم الحدیث: ۲۳۶۲۔

اس کے متعلق امام بیہقی دلائل النبوۃ کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

"أما الغلو فی الحرية والتهتك وراء الشهوات البهيمة فلا تجيزه الشريعة الاسلامية والدين الإسلامی- هو الدين الذی يعمم النظام بين الورى ويقمع النفس عن الهوى ويحرم إراقة الدماء والقسوة فی معاملة الحيوان والأرقاء ويوصى بالإنسانية ويحض على الخيرات والأخوة-"[23]

(آزادی اور حریت میں غلو اور خواہشات کے پیچھے لگ جانا اسلامی شریعت میں جائز نہیں ہے۔ یہ وہ دین ہے جو نظام کائنات پر محیط ہے اور خواہشات انسانی کا قلع قمع کرتا ہے۔ خون کرنے اور حیوانات وغلام کے حق میں سخت کو حرام ٹھہراتا ہے۔ انسانیت کو خیر اور بھائی چارے پر ابھارنے کی وصیت کرتا ہے۔)

اسلام ایک اعتدال پسند دین ہے جو سراسر سلامتی پر مبنی دین ہے۔ دین اسلام جہاں آزادی اظہار رائے کا تصور دیتا ہے اور اس کی اہمیت بیان کرتا ہے وہیں اس کے لیے حدود و قیود بھی مقرر کرتا ہے۔ بارگاہ خداوندی، انبیاء و رسل، الہامی تعلیمات، دینی شعائر اور اس طرح کی مقدس ہستیوں کے لیے آزادی اظہار رائے کو حدود و قیود کے ساتھ مشروط کرتا ہے۔

قاضی عیاض کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات خاص ہونے کی بنا پر اُن کے لیے الفاظ کے استعمال میں بھی احتیاط برتنی ضروری ہے۔ قاضی عیاض نے ذات نبوی ﷺ کے معاملے میں آزادی اظہارِ رائے کے اصول اور حدود و قیود مقرر فرمائی ہیں۔ اسی طرح شاتم اور گستاخ رسول ﷺ کے متعلق اسلام میں سخت مؤقف اپنایا گیا ہے اور اس فتنہ کے دروازہ کو بند کردیا گیا ہے۔ اس اسلامی موقف کی تائید علماء اسلام کے تحریری، تقریری اور عملی بیانات سے بھی ہوتی ہے۔ "کتاب الشفاء بتعریف حقوق مصطفی" کے مصنف قاضی عیاض بھی شاتم رسول اور شان رسالت میں کمی یا گستاخی کرنے والے کے متعلق اسلامی موقف کی تائید کرتے ہیں اور اس موقف کو قرآن و سنت کے دلائل سے واضح کرتے ہیں۔

23- احمد بن الحسین البیہقی (م ۴۵۸ھ)، دلائل النبوة و معرفة الأحوال صاحب الشريعة (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ)، ۳: ۴۔

کتاب الشفاء کی روشنی میں شاتم رسول ﷺ کی سزا کا حکم

قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں قرآن و سنت کی نصوص، تعامل صحابہ کرام و ائمہ عظام اور فقہاء کرام کی آراء کی روشنی میں شاتم و گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے متعلق تفصیل سے دلائل بیان کرتے ہوئے گستاخ رسول ﷺ کے قتل کی سزا ثابت کرتے ہیں۔

قاضی عیاض نے مرتکب گستاخی رسول کو کافر قرار دے کر اس کے قتل کر دینے کے دلائل پیش کیے ہیں۔ مصنف فرماتے ہیں کہ سلف کے علماء کے اقوال میں ایسے شخص کا خون مباح ہونے کے سلسلے میں کوئی قول اختلاف نہیں ملتا۔ اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق ایسے شخص کے کفر اور اس کے قتل کے سلسلے میں اجماع ثابت ہے۔ الغرض قاضی عیاض نہ صرف تعظیم و توقیر نبوی ﷺ کی تفصیل بیان کرتے ہیں بلکہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی اور گستاخی سے متعلقہ الفاظ، انداز اور متفرق اسباب کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں مثلاً۔ "مالک بن نویرہ کے قتل سے ابراہیم بن حسین بن خالد فقیہ نے اس سلسلہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے طرز عمل سے حجت اور دلیل حاصل کی۔ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو اس لیے قتل کروا دیا تھا کیونکہ اس نے گفتگو میں سرکار دو عالم ﷺ کو "صاحبکم (تمہارے ساتھی)" کے لفظ کے استعمال سے تعریض کی تھی۔[24]

قاضی عیاض نے کتاب میں تنقیص و توہین اور شرعی احکام کے نام سے علیحدہ باب قائم کیا اس ضمن میں تقریباً نصف صد صفحات اس موضوع کی تحقیق میں تحریر فرمائے۔ یہ صرف مصنف کی رائے ہی نہیں بلکہ وہ حقائق ہیں جن پر دور صحابہ سے جناب مصنف کے دور تک بلکہ آج تک علماء کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اہانت رسول ﷺ کا مرتکب ہو اسے قتل کر دیا جائے۔

بارگاہ نبوی ﷺ میں گستاخی کا مرتکب واجب القتل ہے

قاضی عیاض شاتم رسول ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں ادنیٰ سی گستاخی کو بھی حرام قرار دیا ہے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں گستاخی کا مرتکب یا ذات نبوی ﷺ

24۔ قاضی عیاض اندلسی (م ۵۴۴ھ)، کتاب الشفاء، مترجم: مولانا محمد اطہر نعیمی (لاہور: قومی پریس، ۱۹۹۸ء)، ۲:۳۷۵۔

میں نقص نکالنے والے کے بارے میں یہ بات اجماع امت سے ثابت ہے کہ ایسا شخص بدترین خلائق اور واجب القتل ہے۔ ابن قاسم نے لکھا ہے:

"جو شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کا مرتکب ہو یا آپ ﷺ کی ذات اقدس کو برا کہے، کسی قسم کا کوئی عیب لگائے یا حضور ﷺ کی شان گھٹانے کی کوشش کرے تو علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر لازم کی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ پس قائل نے ان احکام کا انکار کیا ہے۔"[25]

مترجم الشفاء اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ صرف جناب مصنف کا ہی نہیں بلکہ ان حقائق پر دور صحابہ سے دور مصنف تک بلکہ آج تک علماء کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اہانت نبوی کا مرتکب ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ قاضی صاحب نہ صرف اس مسئلہ کے متعلق آیات قرآنیہ ، احادیث نبویہ ﷺ اور عمل صحابہ کا حوالہ دیتے ہیں بلکہ ائمہ وفقہاء کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں۔ مولف کتاب الشفاء لکھتے ہیں:

"امام طبری نے امام ابو حنیفہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ احکام اس کے لیے ہیں جو حضور کی شان میں کمی کرے یا ذات نبوی ﷺ سے بیزاری کا اظہار کرے یا حضور ﷺ کی تکذیب کرے (شاتم یا اہانت کرنے والا زیادہ سزا کا مستحق ہو گا)"[26]

شاتم رسول ﷺ کے قتل کے دلائل

کتاب ہدایت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے جو دنیا و آخرت میں رسول ﷺ کے لیے تکلیف کا سبب بنے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی اذیت کو اپنی اذیت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے گستاخ کی سزا متفق علیہ ہے۔ اسی طرح لعنت کا معاملہ ہے کیونکہ اس کا مستوجب وہ ہوتا ہے جو کافر ہو لہٰذا ایسے دریدہ دہن کافر کے قتل کا حکم ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾[27]

اس عمل کے مرتکب کافر کے لیے نہ صرف یہ حکم ہے بلکہ مومن کے قتل کے سلسلے میں بھی یہی حکم ہے اور دنیا میں اس پر لعنت سے قتل مراد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

25- قاضی عیاض، نفس مصدر۔

26- نفس مصدر، ۲:۴۷۴۔

27- القرآن، ۳۳:۵۷۔

﴿مَّلۡعُوۡنِيۡنَ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا﴾[28]

(یہ لوگ ملعون ہیں جہاں انہیں پاؤ انہیں پکڑ کر قتل کردو۔)

لڑائی جھگڑا کرنے والے اور متحاربین کی سزا کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾[29]

لعنت سے مراد قتل ہے کیونکہ لغت عرب میں قتل کبھی لعنت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:"

﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ﴾[30]

(اللہ تعالی انہیں قتل کرے کہاں پھرے جاتے ہیں۔) آیت کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی ان پر لعنت کرے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾[31]

﴿وَمَا كَانَ لَكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا﴾[32].

احادیث نبویہ ﷺ سے دلائل

قرآن مجید کی طرح احادیث میں بھی اہانت انبیاء کے مرتکب کے قتل کا حکم ملتا ہے۔ اور یہ حکم صرف انبیاء کی شان میں گستاخی اور اہانت کرنے پر ہے۔ صحابہ کرامؓ یا اولیاء و ائمہ کے حوالے سے قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کردو اور جو میرے صحابہؓ کو گالی دے تو اسے قرار واقعی سزا دو"۔[33]

28۔ القرآن، ۶۱:۳۳۔

29۔ القرآن، ۳۳:۵۔

30۔ القرآن، ۹:۳۳۔

31۔ القرآن، ۶۱:۹۔

32۔ القرآن، ۵۳:۳۳۔

33۔ قاضی عیاض، نفس مصدر، ۳۸۲:۲۔

اسی طرح کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بھی اسی مسئلہ کے متعلق ہے۔ کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ کو اپنی شاعری کے ذریعے ایذا پہنچاتا تھا یعنی ہجو لکھتا تھا معاذ اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو (اس دریدہ دہن) کو جاکر سزا دے جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔

محمد بن مسلمہ کو یہ سعادت ملی اور انہوں نے اس دشمن خدا اور رسول ﷺ کو دعوت اسلام نہیں دی اور اپنی دانشمندی سے اس کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ کعب بن اشرف کے قتل کی وجہ اس کا کفر و شرک نہ تھا بلکہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اذیت کا سبب بنتا تھا۔ اسی طرح ابو رافع کے قتل کے ضمن میں حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ ابو رافع نہ صرف خود حضور ﷺ کو اذیت دیتا تھا بلکہ لوگوں کو رسول ﷺ کی مخالفت پر آمادہ کرتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں ان کی اعانت بھی کرتا تھا اس لیے اس کو قتل کروا دیا گیا۔

علاوہ ازیں فتح مکہ کے موقع پر جب عام معافی کا اعلان کر دیا گیا اس موقع پر بھی ابن اخطل اور اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا گیا کیونکہ اس دشمن خدا کی لونڈیاں ایسے اشعار گاتی تھیں جن سے نبی اکرم ﷺ کی توہین ہوتی تھی۔ عقبہ بن ابی معیط کے قتل کے واقعہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ قتل سے قبل عقبہ بن ابی معیط نے پکار کر قریش سے فریاد کی کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں جبراً قتل کیا جا رہا ہوں اس پر رسول ﷺ نے فرمایا کہ تیرے قتل کی وجہ تیری بدزبانی اور وہ کذب وافتراء ہیں جو تو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے متعلق کرتا تھا۔[34]

ان توضیحات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں ناموس رسالت کو پامال کرنا سنگین جرم ہے اور قرآن و حدیث میں اس کے لیے قتل کی سزا مقرر کی گئی ہے جس کو مصنف الشفاء قاضی عیاض نے مدلل شرعی نصوص سے بیان کیا ہے۔

کعب بن اشرف کے قتل پر اہل مغرب کی طرف سے اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا کہ اسلام میں اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے جبکہ یہ صرف اعتراض ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ملتی جبکہ اسلام میں اظہار رائے کی

34۔ نفس مصدر، ۲:۳۸۵،۳۸۴۔

آزادی اور اس کی اہمیت پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ مغرب میں توہین کو رائے کے اظہار کی آزادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بات مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے کیوں کہ آزادی رائے اور توہین دو مختلف چیزیں ہیں۔

ذو معنی الفاظ کے استعمال کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف تنقیص رسالت ﷺ سے منع کیا ہے بلکہ ایسا کوئی لفظ ذو معنی ہونے کی وجہ سے جس میں ذرہ سا بھی اہانت کا پہلو نکلتا ہو اس کے استعمال سے بھی گریز کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾[35]

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود کی عادت تھی کہ وہ حضور ﷺ کو راعنا (ہماری بات سُن کر ہماری رعایت کیجئے) کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور اس لفظ سے تنقیص کا پہلو نکلتا ہے کیونکہ یہود اس لفظ سے چرواہے کا معنیٰ مراد لیتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے لفظی اشتباہ کی وجہ سے اس لفظ کے استعمال سے منع فرمایا ہے تاکہ کفار اور منافقین کو سب وشتم اور استہزاء کا موقع نہ ملے۔

رسول اللہ ﷺ کی کُنیت اختیار کرنے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے اپنی کنیت پر کنیت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور علماء و محققین اور اہل محبت حضرات نے اس حکم کو حضور ﷺ کی ظاہری حیات تک محدود نہیں رکھا بلکہ وفاتِ نبوی کے بعد بھی باقی رکھا تاکہ اذیت کا پہلو ختم ہو سکے۔ اس سلسلے میں دیگر علماء کے اقوال بھی ملتے ہیں تاہم کتاب الشفاء کے مصنف کہتے ہیں کہ نقل کردہ عقیدہ جمہور علماء کا ہے۔ نیز یہ ممانعت تعظیم و توقیر کے باعث استحباب کے لیے ہے نہ کہ حرمت کے لیے۔ ﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾[36]

الفاظِ تنقیص کا حکم

صاحب کتاب الشفاء قاضی عیاض نے اس معاملے میں ہر پہلو سے تفصیل بیان کی ہے۔ آپ نے نہ صرف عمل کے ذریعے اہانتِ نبوی ﷺ کے مرتکب کے متعلق نصوص بیان فرمائی ہیں بلکہ ایسے تمام الفاظِ جن کے استعمال

35۔ القرآن، ۲:۱۰۴۔

36۔ القرآن، ۲۴:۶۳۔

سے شانِ رسالت ﷺ میں نقص کا شائبہ بھی ہو، تو ایسے الفاظ ادا کرنے والے کو شاتم رسول ﷺ کے زمرے میں رکھا اور اس کی سزا سے متعلق وہی حکم بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

> "وہ 'الفاظ' جن سے رسول اللہ ﷺ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو مثلاً کوئی شخص برملا عیب جوئی کے کلمات استعمال کرے اور ان الفاظ سے آپ کی ذاتِ اقدس، مبارک دین، اسوہ یا فضائل میں سے کسی خصلت کو زک پہنچتی ہو یا ذاتِ اقدس پر کسی قسم کی تعریض کرے تو ایسے تمام الفظ سب و شتم میں شمار ہوں گے۔ ایسے الفاظ کہنے والے کے لیے بھی اہانتِ نبوی ﷺ کرنے والے کی مثل قتل کے وجوب کا حکم ہے"[37]

درج بالا عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ قاضی صاحب تنقیص کے معاملے میں الفاظ کے صریح و کنایہ ہونے کی بحث میں نہیں جاتے بلکہ ان کے نزدیک ایسے شخص کے لیے کس قسم کے استثناء یا رعایت کی کوئی گنجائش نہیں۔ صرف اسی پر مستزاد نہیں بلکہ ایسے تمام کلمات نبی رحمت ﷺ کے لئے کہنا جو آپ ﷺ کے شایانِ شان نہیں خواہ وہ رسول اللہ ﷺ پر گزرنے والے مصائب کا تذکرہ ہی کیوں نہ ہو، یہ سب کلمات اہانت و منقصت کے قبیل سے شمار کیے جائیں گے۔

رسول اللہ سے منسوب اشیاء کی اہانت کا حکم

جس طرح آپ ﷺ کی ذات سے متعلق اہانت کی ممانعت کی گئی اسی طرح آپ سے منسوب اشیاء میں عیب جوئی سے بھی منع کیا گیا ہے۔ ابن وہب نے امام مالک کا قول نقل کیا ہے:

> "کوئی شخص اگر حضور ﷺ کی ذرہ مبارک کے متعلق بری بات کہے یا عیب جوئی کے لیے یہ کہے کہ حضور ﷺ کی ذرہ مبارک پھٹی ہوئی ہے تو اس کو نہ چھوڑا جائے بلکہ قتل کر دیا جائے۔"[38]

درج بالا اقتباس سے قاضی صاحب کی شان نبوت کے حوالے سے حد درجہ احتیاط دیکھنے کو ملتی ہے۔ آپ کے نزدیک صریحی طور پر یا کنایہ الفاظ سے تو تنقیص باعث عذاب ہے ہی، اس کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے استعمال کی اشیاء کی بھی تنقیص قابل مذمت ہے۔

37۔ قاضی عیاض، نفس مصدر، ۲:۲۷۲۔

38۔ نفس مصدر، ۲:۲۷۶۔

خلاصہ کلام

آزادیٔ اظہارِ رائے پر دنیا میں کہیں بھی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ لیکن ایسی آزادی جس سے کسی کی ذات مجروح ہو اس کی اجازت دنیا کا کوئی مذہب اور قانون نہیں دیتا۔ اسلام اس ضمن میں حد درجہ احتیاط کا قائل ہے اور جب معاملہ مخلوقات میں سب سے افضل شخصیت ﷺ کا ہو تو اسی نسبت سے احتیاط کو مزید دوچند کر دیتا ہے۔ نہ صرف رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے بلکہ ذاتِ اقدس کے لئے الفاظ کے چناؤ میں بھی حد درجہ محتاط روش اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے عامیانہ الفاظ کے استعمال کو بھی سب و شتم کے زمرے میں رکھتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی اندلسی پانچویں صدی کے عظیم محدثین اور سیرت نگاروں میں شمار ہوتے ہیں، جنہوں نے اپنی ایک کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ خاص طور پر رسول رحمت ﷺ کے حقوق پر تحریر کی، جس میں رسول مکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کے احکام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی شان میں کمی کا ارتکاب کرنے والے کے لئے قرآن مجید، تعاملِ صحابہ اور علماء وفقہاء کے طرزِ عمل کو مدلل انداز میں بیان کیا ہے۔ قاضی عیاض علیہ رحمہ نے کتاب کے ایک بڑے حصہ کو مسئلہ مذکورہ کے لئے مخصوص کیا ہے۔

جس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کو لازم قرار دیا ہے اور نبی اکرم کو ایذا پہنچانے کی ممانعت فرمائی نیز مجلس نبوی میں بلند آواز سے گفتگو کی ممانعت اور حضور کو عام لوگوں کے آپس میں طرز تخاطب سے مخاطب کرنے کو اعمال کا لاشعوری ضیاع قرار دے کر اس ہستی کے اکرام کی نزاکت بیان فرمائی۔ ادب اور تعظیم و توقیر کے ان تمام احکامات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے قاضی عیاض نے ان کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ اورادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں کے اصول کو محبت وادب نبوی ﷺ میں بھرپور طریقے سے ثابت کیا۔

قاضی صاحب حبیب خدا سے سب سے زیادہ محبت رکھنے کے نبوی حکم کو متلزم جان کر کتاب میں اس کا التزام کرتے ہیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کی ذات کے لیے ایسے تمام الفاظ و افعال اور تعریض و کنایہ کا استعمال جو آپ کے شایان شان نہیں ان کے مرتکب کو شاتم اور گستاخ کے حکم میں شامل کر کے آزادی اظہار رائے کے نام پر پیغمبر اسلام کی شان میں نقص نکالنے والے ہر دروازہ کو بند کرتے ہیں۔

مغرب میں اظہار رائے کی آزادی کا نعرہ خاتم النبیین ﷺ کی مخالفت میں ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا بطور امتی مسلمانوں سے اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ آزادی اظہار رائے کے نام پر ایسی بے قید

آزادی کے تصور کو رد کریں اور اسلام کے تصور آزادی اظہار کو واضح کریں۔ آزادی اظہار رائے کے اسی تصور کی مصنف کتاب الشفاء نے بیخ کنی کی اور اقوال وافعال اور کلمات کے ادا سے ہونے والی کمی و گستاخی کو تفصیلا تحریر کیا تاکہ اس معاملے میں کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

تجاویز وسفارشات

چونکہ ۹/۱۱ کے بعد کا دور، مغرب اور مسلم دنیا کے باہمی تعلق کا ایک معیار بن گیا ہے۔ اس تناظر میں پریس اور سوشل میڈیا میں اسلاموفوبیا، نظریات کی جنگ، تہذیبوں کا تصادم، صلیبی جنگیں، دہشت گردی کے خلاف جنگ، بنیاد پرستی اور اسلامی فاشزم جیسی اصطلاحات عام طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ اس طرح کے فکری رجحانات اور تحریکوں کا گہرائی میں جائزہ لیا جانا چاہیے۔

مغرب میں آزادی اظہار کے نام پر توہین رسالت کا ارتکاب، شاتمینِ رسول ﷺ کو تحفظ فراہم کرنا اور اُن کی حوصلہ افزائی جیسے رویوں کو منظر عام پر لا کر اُن کا بطلان کیا جائے۔

آزادی اظہار رائے سے متعلق مغربی دہرے معیار کے خاتمے کے لیے امتِ مسلمہ کی طرف سے تحریری ، تحریکی اور احتجاجی انداز میں کوششیں کرنا۔

مختلف فورمز پر اس مسئلے کی حساسیت کو اجاگر کرنا، مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرنا اور عالمی تنظیموں بالخصوص آزادی اظہار رائے سے متعلقہ آرگنائزیشنز کو شامل کیا جائے۔

کسی بھی ایسی صورتحال میں مسلم امہ کا متحد ہو کر مقابلہ کرنا بالخصوص معاشی بائیکاٹ کرنا بہت موثر ثابت ہو گا۔

Bibliography

1. Al-Qurān
2. Sayyid Ghulam Mu'in al-Din Naeemi, *Ni'm al-Ataa fi Ahadith al-Mujtaba*, Lahore: Maktaba Aala Hazrat, 1424 H."
3. Ahmad al-Zawadi, *Tartib al-Qamus al-Muhit al-Tariqah al-Misbah al-Muneer wa Asas al-Balaghah,* Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyah, 1979 CE."
4. Ahmad Rida, *Mu'jam Matn al-Lughah*, Beirut: Dar al-Maktabah al-Hayat, 1380 H.
5. *Mawsu'at al-Siyasiyah*, Beirut: Tab'at al-Muassasah al-Arabiyyah, lil-Dirasat wal-Nashr, 1984 CE.
6. Ismail ibn Abad ibn al-Abbas al-Taqani, *Al-Muhit fi al-Lughah*, Beirut: Alam al-Kutub, 1994 CE.
7. Abu al-Wafa Sanaullah Amritsari, *Muqaddas Rasool Bajawab Rangila Rasūl*, India: U.P. Maktaba al-Fahim, Ma'unath Bhanjan, 2001 CE.
8. Sir Syed Ahmad Khan, *Khutbat-i-Ahmadiyya*, New Delhi: Adam Publishers, 2001.
9. Abdul Aziz bin Abdullah al-Hamidi, *Al-Tareekh al-Islami Mawaqif wa Abar*, Alexandria: Dar al-Dawah, 1997 CE.
10. Ahmad ibn al-Hussein al-Bayhaqi, *Dalail al-Nubuwwah wa Ma'rifat Ahwal Sahib al-Shari'ah*, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyah, 1405 H.
11. Muslim bin Hajjaj al-Qushayri, *Al-Jami' al-Sahih*, Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1409 H."
12. Ahmad ibn al-Hussein al-Bayhaqi, *Dalail al-Nubuwwah wa Ma'rifat al-Ahwal Sahib al-Shari'ah*, Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyah, 1405 H.
13. Qadi Ayyad Andalusi, *Kitāb al-Shifā*, Translator: Maulana Muhammad Ata Naeemi, Sharshdah, And Lahore: Qaumi Press, 1998 CE.
14. *htps://www.new world encyclopedia.org/entry. Freedom of speech, accessed on August 29, 2019.*
15. Gail, Bossenga "*Policing Public Opinion in the French Revolution: The Culture of Calumny and the Problem of free Speech(review), Journal of Interdisciplinary History*, Vol.41, No.1(2010).

16. Zeid Ra'ad Al-Hussein, ***Universal Declaration of Human Rights*** (Geneva: Switzerland: Office of the United Nations High commissioner for Human rights Regional Office for Europe
17. Sir William Muir, *The Life of Mohammad: From Original Source,* London: Smith Elder & Co, Waterloo Place, 1878.
18. Bernard Lewis, *From Badel to Drogomors, Interpretive the Middle East*, Oxford University Press, 2004.
19. Arstin Adib, Moghaddan, *The Cultural Genealogy*, London: Routledge, 2006.